© rasailojaraid.com

تنقید و تبصرہ

شاہ ولی اللہ کی تعلیم

از پروفیسر غلام حسین جلبانی - ایم - اے
صدر شعبہ عربی، سندھ یونیورسٹی - حیدرآباد - پاکستان

زیر نظر کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں حضرت شاہ ولی اللہ کی تعلیم تمام تر ان کی کتابوں کے حوالوں سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اور اس سلسلے میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ مصنف کے پیش نظر شاہ صاحب کی تقریباً تمام تصنیفات تھیں۔ جن کے نام کتاب کے آخر میں مندرج ہیں۔ دوران بحث میں مصنف نے جہاں بھی حضرت شاہ صاحب کی کسی کتاب کا حوالہ دیا ہے حاشیے میں اس کتاب کی اصل عبارت عربی یا فارسی میں درج کر دی ہے۔

کتاب کے شروع میں نہایت اختصار سے شاہ ولی اللہ کے حالات کا ذکر ہے۔ اس کے بعد کے باب کا عنوان قرآن ہے۔ پھر حدیث، فقہ، تصوف، نبوت، شریعت، سیاست، ارتفاقات، اور فلسفہ کے ابواب آتے ہیں۔ ایک باب میں "متفرقات" کے عنوان سے امام مہدی، افضلیت شیخین، اثنا عشری خلفا، اور انشقاق قمر کے مسائل کا ذکر ہے، جن میں حضرت شاہ صاحب کا نقطۂ نظر دوسروں سے قدرے مختلف ہے۔ کتاب کا اختتام "حرف آخر" سے ہوتا ہے جس کا آغاز مصنف ان الفاظ سے کرتے ہیں۔

"شاہ ولی اللہ کی تصانیف میں بعض مقامات پر ہمیں اختلاف بھی نظر آتا ہے۔ یہ اختلاف عبارت، جس کا خود شاہ صاحب کو بھی اعتراف ہے۔ دراصل آپ کی طبیعت کی جامعیت کا نتیجہ ہے،... ہماری رائے میں اسلامی تعلیم کو پیش کرنے کا جو طریقہ حضرت شاہ ولی اللہ نے اختیار کیا تھا، وہ صحیح ہے، خود ایک جگہ یوں اشارہ فرماتے ہیں۔ اگر لوگ بنظر غائر شریعت کے متعلق میری تفسیر ملاحظہ فرمائیں تو وہ بخوبی جان لیں گے کہ یہ عقل، نقل اور وجدان پر پوری اترتی ہے۔ نیز باہمی اختلاف کے لئے ذرا بھی گنجائش نہیں رہتی۔"

شاہ صاحب کی تعلیم کی جو خصوصیت ہے، مصنف نے چند الفاظ میں اسے بیان کر دیا ہے۔ یہ خصوصیت ہے ان کی جامعیت اور اسلام کی ایسی تعبیر، جو عقل، نقل اور وجدان پر پوری اترتی ہے۔ اور اس میں باہمی اختلاف کی ذرا بھی گنجائش نہیں۔

اسلامی تعلیم کو اس طرح پیش کرنے میں شاہ صاحب کیوں کامیاب ہوئے۔ اس بارے میں مصنف لکھتے ہیں:۔ "قصہ اصل یوں ہے کہ شریعت کی تجدید اور تاویل میں حالات کو بڑا دخل ہے۔ مثلاً اگر حالات اس کی تفہیم عقل و برہان کے ذریعہ چاہئیں، تو اس کی تفہیم بھی اسی طریقے سے کی جاتی ہے۔ اور شاہ صاحب اپنی قوم کی حالت اور ملک کے تقاضے سے کماحقہٗ واقف تھے۔

اس ضمن میں مصنف نے ان لوگوں کو متنبہ کیا ہے، جو شاہ صاحب کی تعلیم کو مسلمانوں میں باہمی انتشار کا سبب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بناتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

"شاہ صاحب آئے ہی اسی لئے تھے کہ اتفاق اور اتحاد کو قائم کریں۔ منتشر مسلمین کی شیرازہ بندی کریں چنانچہ ہر وہ عمل جس کا نتیجہ مسلمانوں کا انتشار ہو، ان کے نزدیک غیر مقبول اور مذموم قرار پائے گا اتفاق اور اتحاد کے سلسلے میں جو خدمت شاہ صاحب نے انجام دی ہے وہ با علم حضرات سے مخفی و مستور نہیں۔"

باب "قرآن" میں مصنف نے بڑی تفصیل سے مطالعۂ قرآن کے متعلق شاہ صاحب کے جو خصوصی مباحث ایقان پر تبصرہ کیا ہے اور اس بارے میں شاہ صاحب کے اجتہادات بیان کئے ہیں اس باب کا لب لباب مصنف نے ان الفاظ میں کیا ہے :- امام امام ولی اللہ کے نزدیک صحیح علم وہ ہے جو حال کے تقاضے اور ضرور یات پوری کرے۔ ان کا فرمانا ہے کہ یہ صرف قرآن ہی ہے جو زمانے کا ہم رکاب ہے اور اس کے تقاضے پورے کرتا ہے۔ اگر کوئی موجودہ زمانے کی تحصیل کرنا چاہتا ہے تو اسکے لئے ضروری ہے، کہ وہ قرآن کے واضح اور ظاہر کو پکڑے اور حتی الامکان تاویل سے دور رہے۔

نیچے حاشیے میں مصنف شاہ صاحب کی دو عبارتیں نقل کرتے ہیں۔ ایک تفہیمات الہیہ جلد ثانی صفحہ ۱۶۶ - اور دوسری تفہیمات الہیہ جلد اول صفحہ ۷۳ سے ہے اور وہ بالترتیب یہ ہیں۔

إن العلم الحق عندنا ما كان بمشاكلة الحال والقرآن الذي هو أعظم العلوم عندنا واجتمها وأجلها إنما نزل بمشاكلة الحال۔

من أراد تحصيل هذه الدورة فعليه أن يقرء القرآن بموضحه

مطالعۂ قرآن کے سلسلے میں شاہ صاحب کا ایک اجتہادی کارنامہ قرآن میں علوم پنجگانہ کی تحقیق ہے مصنف نے اس پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ وہ الفوز الکبیر کی ایک عبارت کا مفہوم یوں پیش کرتے ہیں :-

"مندرجہ بالا علوم کی تفہیم قدیم عربوں کی روش کے مطابق کی گئی ہے۔ اور اس میں متاخرین کا اصول اختیار نہیں کیا گیا۔ جس کی رو سے مضمون میں اختصار، ترتیب اور ربط کا خیال رکھا جاتا ہے خدا تعالیٰ نے جس بات کو لوگوں کے لئے مفید سمجھا اس کو اسی وقت بیان کر دیا۔ اسی لئے قرآن کا اسلوب توریت اور انجیل سے مختلف ہے اور اس میں تقدیم و تاخیر کا کوئی خیال نہیں رکھا گیا ہے ۔۔۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ قرآن پاک کے نزول کا اصل مقصد صرف انسانی قلوب کا تزکیہ اور لوگوں کے باطل عقائد اور برائیوں کی تردید کرنا تھا۔"

باب "حدیث" میں شاہ صاحب نے احادیث کی جو درجہ بندی کی ہے، پہلے تو اس کا ذکر ہے اس کے بعد شاہ صاحب کے ہاں مؤطا امام مالک کو جو اس قدر ترجیح دی گئی ہے۔ اس پر بحث ہے نیز شاہ صاحب نے مختلف احادیث میں تعارض اور اختلاف کو جس طرح رفع کیا ہے اس کی مثالیں دی گئی ہیں۔ مؤطا کے ضمن میں مصنف لکھتے ہیں کہ شاہ صاحب نے ایک جگہ تو یہاں تک فرمایا ہے۔ طالب علم جب عربی سمجھنے کے قابل ہو جائے، تو اسے مؤطا پڑھائی جائے کہیں ایسا نہ ہو وہ مؤطا کے پڑھنے سے محروم ہی رہ جائے۔ کیونکہ یہ علم حدیث کی صحیح اور اصل بنیاد ہے، جس کے مطالعہ میں سعادت بھی ہے اور برکت بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آگے چل کر آپ فرماتے ہیں کہ اب مجھے یہ بات یقین سے معلوم ہو چکی ہے کہ مؤطا کے بغیر موجودہ دور میں اجتہاد کا دروازہ بند ہے۔

شاہ صاحب نے علم حدیث کی جو خدمت کی ہے، اسے خراج تحسین پیش کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں کہ اس سے لئے برصغیر آپ کا ہمیشہ مرہون منت رہے گا۔ موصوف نے شاہ صاحب کے متعلق علامہ الشریف عبدالحیٔ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

> "شاہ صاحب مثل ایک طوبیٰ درخت کے تھے، جس کی جڑیں اپنے گھر میں اور شاخیں امت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں تھیں۔"

فقہ کی اصلاح و تجدید کے سلسلے میں شاہ صاحب کی تعلیم کا ایک نمایاں پہلو مصنف کے الفاظ میں یہ تھا۔ "فقہ میں جامد تقلید کی شاہ صاحب نے شدید مذمت کی ہے۔ اور تقلید کے ضمن میں ارباب فقہ کے غلو کو توڑنے کی کوشش کی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ فقہی جمود کو اجتہاد میں تبدیل کرنے کے لئے کوشاں تھے۔"

اس ضمن میں مصنف نے بالکل ٹھیک لکھا ہے کہ فقہی جمود کی شاہ صاحب نے جو اتنی مخالفت کی ہے، تو اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ "تقلید سے بالکلیہ منحرف تھے" بلکہ ان کے خیال میں تمام انسانوں کی فلاح و بہبود بڑی حد تک اس بات پر موقوف اور منحصر ہے کہ وہ چار مذاہب کی پیروی کریں" البتہ پروفیسر جلبانی صاحب کے نزدیک امام ولی اللہ کی یہ دلی آرزو تھی کہ چاروں مذاہب میں باہم پائے جانے والے تنازعات ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوں۔ آپ نے ان کے باہمی اختلاف مٹانے اور ان کے متضاد اقوال میں موافقت پیدا کرنے کے سلسلے میں ایک قابل ذکر کردار انجام دیا ہے" چنانچہ آپ کا یہ مشورہ تھا حنفی اور شافعی مذاہب کو ملا کر ایک کر دیا جائے۔ شاہ صاحب کی رائے تھی کہ اس سلسلے میں امام مالک کی تصنیف، موطا ثالث اور حکم کے فرائض انجام دینے کی مکمل صلاحیت رکھتی ہے۔ تصوف تو شاہ صاحب کا خصوصی موضوع ہے ہی۔ اور اسے اسلام سے ہم آہنگ کرنے میں انہوں نے جو کوششیں فرمائیں ان کا سب کو اعتراف ہے۔ شاہ صاحب کا یہ جملہ تصوف کے متعلق ان کے نقطہ نظر کی پوری وضاحت کرتا ہے:۔ "جہاں تک تصوف کی اساسی روح کا تعلق ہے، تو یہ کہنا کافی ہوگا وہ آنحضرت صلعم کے زمانے میں موجود تھی لیکن ذرا قدرے مختلف شکل میں، اور موجودہ نام سے ابھی موسوم نہیں ہوئی تھی۔"

مصنف نے تصوف کے بارے میں وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے جو دو مذاہب ہیں ان پر بحث کی ہے۔ اور شاہ صاحب نے دونوں کے ظاہری اختلاف کو جس طرح رفع کیا ہے، اسے بیان کیا ہے آپ کے نزدیک دونوں مذاہب کے مابین کوئی معقول فرق نہیں، صرف لفظی نزاع ہے اور بقول مصنف "اس مسئلے کو مثال کے طور پر یوں سمجھنا چاہیے کہ ہماری کائنات حقیقت کے سورج کیلئے ایک آئینہ کی مانند ہے۔ کبھی تو ہم آئینہ میں منعکس سورج کی عکس کو سورج کہتے ہیں اور یہ وحدت الوجود کی عینیت کا تصور ہے اور کبھی یوں کہتے ہیں کہ یہ آفتاب جسے ہم آئینہ میں دیکھ رہے ہیں، اصل آفتاب کا عکس ہے، جو بہت دور اور بعید الحصول ہے اور یہ وحدت الوجود کی دوائیت کا تصور ہے"

اس سلسلے میں پروفیسر جلبانی لکھتے ہیں۔

> "شاہ صاحب کا خیال ہے کہ ابن عربی میں یہ دونوں تصورات پائے جاتے ہیں۔ اور یہ دونوں اپنی اپنی جگہ بالکل درست ہیں۔ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کی اس طرح تشریح فرما کر شاہ صاحب نے نہایت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فن کارانہ ہوشیار مندی سے آریائی اور سامی اذہان کو ایک نقطۂ اتصال پر جمع کیا ہے۔ سامی ذہن (ملّت حنیفی) ذاتِ باری تعالیٰ کو منزّہ اور مجرد مانتا ہے اور مظاہرِ فطرت سے باہر تصور کرتا ہے۔ جب کہ آریائی ذہن (صابئی) اس کے وجود کو کسی مظہر میں دیکھنے کا قائل ہے۔ اور مظاہرِ فطرت میں ذاتِ باری کو جلوہ افروز سمجھتا ہے۔ ذاتِ باری کا تعلق مظاہرِ کائنات کے ساتھ بعینہٖ وہی ہے، جو روح کا جسم سے ہے"

خوش قسمتی سے حضرت شاہ صاحب صرف عالم ہی نہ تھے، بلکہ وہ صاحبِ ذوق و فکر عارف بھی تھے۔ اسی لئے جہاں انہوں نے قرآن حدیث اور فقہ کے علوم کو نیا طریقہ اور نیا فکر دیا، وہاں تصوف و سلوک و معرفت کے حقائق بھی واشگاف فرمائے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ جیسا کہ "نزھۃ الخواطر" اور "الوسیلہ الی اللہ" کے مصنفین نے لکھا ہے:۔

"حقیقت تو یہ ہے کہ جب علوم ولایت کے قوانین اور قواعد مرتب اور منضبط ہو کر کتابی صورت میں آئے تو ایک عرصہ دراز کے بعد کاملین کی استعداد کے اختلاف کے باعث علوم ولایت اور علوم نبوت آپس میں کچھ اس طور پر گھل مل گئے کہ ان کے درمیان امتیاز قائم کرنا دشوار ہو گیا امام ولی اللہ نے تصوف اور علم سلوک کو ایسی جلا بخشی کہ وہ نکھر کر صاف ہو گئے۔ نیز آپ نے ہر علم، ہر عبارت اور ہر اشارے کو اپنی صحیح جگہ قائم کیا اور جہاں بھی کوئی شک و شبہ یا الجھن پائی، اسے دور کیا" زیر نظر کتاب کے دوسرے ابواب میں بھی اسی طرح ہر موضوع پر جس سے ہر ہر باب مُعنوَن ہے۔ مصنف نے بڑی تحقیق، اور اعتدال سے عالمانہ بحث کی ہے۔ ہم یہاں "نبوت" کے باب سے کچھ اقتباسات دے کر اس تبصرے کو ختم کرتے ہیں اس امید کامل کے ساتھ، کہ اہل علم جو حضرت شاہ ولی اللہ کی تعلیمات و حکمت سے دلچسپی رکھتے ہیں، اصل کتاب کی طرف رجوع کریں گے، جس میں بڑی تفصیل سے یہ سب مطالب بیان کئے گئے ہیں۔ "یہاں یہ بات بھی ملحوظ رکھنی چاہیئے کہ مختلف اوقات کے اعتبار سے نبوت کی صورت بھی مختلف ہوتی ہے بسا اوقات نبی کا ظہور کسی شاہ یا خلیفہ کی صورت میں ہوتا ہے۔ اور کبھی ماہر عالم کے روپ میں۔ بعض موقعوں پر وہ ایک زاہد اور مرشد کی شکل میں نمودار ہوتا ہے چنانچہ اس اعتبار سے ظہورِ نبی کے اسباب، افعال اور آثار بھی مختلف رہے ہیں حضرت نوح علیہ السلام سے ماقبل نبی، ایک مفکر اور حکیم کی صورت میں ظاہر ہوتا تھا" آنحضرت صلعم کی ذات، رسالت، ریاست، خلافت، عالمیت، زاہدیت اور مرشدیت کی جامع تھی۔

دوسرا اقتباس ملاحظہ ہو:۔ "جب نبوت کا ظہور ہوتا ہے، تو ہر حال میں اضافی یا نسبی خیر کا ہی لحاظ رکھا جاتا ہے، بہ الفاظ دیگر جب اضافی خیر کے ظہور پذیر ہونے کا تمام تر دار و مدار نبی کی بعثت پر موقوف ہے تو حکمت ولی الٰہی کی مشیت کے مطابق نبی کو مبعوث کہا جاتا ہے۔

پھر جب نبی معرض وجود میں آتا ہے، تو وہ لوگوں سے ان باتوں کا متمنی یا طلب گار نہیں ہوتا، جن کو ماننے کے لئے ان کی فطرت آمادہ نہیں ہوتی۔ کیونکہ نبوت خود فطرت کے ماتحت ہوتی ہے۔ نبی کے فرائض اشیاء کو سنوارنے اور انہیں اس طور پر اجاگر کرنے پر محمول ہیں جیسا کہ انہیں فی الواقع ہونا چاہیئے۔ نہ صرف یہ بلکہ نفوس کی اصلاح کچھ اس طرح سے کرے کہ پروردگار پر یقین مستحکم ہو جائے اور وہ ایسے کام کرنے لگیں جس کے ذریعہ دنیا کی بھلائی اور آخرت کی نجات حاصل ہو۔ علاوہ اسکے نبی کا یہ بھی فرض ہوتا ہے کہ بنی نوع انسان کو اخلاص اور احسان کا صحیح درس دے، کیونکہ یہی دونوں دین کی صحیح روح ہیں" "شاہ ولی اللہ کی تعلیم" بہت اچھے کاغذ پر اردو ٹائپ میں چھپی ہے کتاب مجلد ہے۔ اور شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد نے اسے شائع کیا ہے، قیمت ساڑھے سات روپے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ پروفیسر غلام حسین جلبانی صاحب کی اس کتاب سے جو انکی برسوں کی محنت و تحقیق کا حاصل ہے شاہ ولی اللہ صاحب کی تعلیمات کو سمجھنے میں بڑی مدد ملے گی اور ایک لحاظ سے اسے بجا طور پر ولی اللٰہی تعلیم و فکر کی کلید کہہ سکتے ہیں مصنف نے اس دور میں یہ کتاب لکھ کر اسلام کی بڑی خدمت کی ہے۔ (م۔س)

© rasailojaraid.com